بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ضمیمہ جات متعلق پارہ بست وششم

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۸۰۴

ایک دن جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام کے سامنے کسی نے فالودہ کا پیالہ حاضر کیا۔ حضرت نے اپنی انگشتِ مبارک اُس کی تہ تک پہنچائی مگر اُس میں سے کچھ نوش نہ فرمایا۔ ہاں اُنگلی کے سرے کو زبان سے چاٹ کر یہ ارشاد فرمایا کہ ہے تو اچھا۔ حرام بھی نہیں۔ مگر یہ بات بُری معلوم ہوتی ہے۔ کہ میں اپنے نفس کو ایسی چیز کا عادی بناؤں جس کی اُسے اب تک عادت نہیں ڈالی ہے۔

دوسری روایت میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام نے اپنا دستِ مبارک اُس کی طرف بڑھا کے کھینچ لیا کسی نے سبب دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا مجھے اِس وقت جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یاد آگئے کہ اُن جناب نے کبھی اِس کو نوش نہیں فرمایا۔ پس مجھے بھی مکروہ معلوم ہوتا ہے کہ میں خود ایسی چیز کھاؤں جو آنحضرت نے کبھی نوش نہ فرمائی ہو۔ جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ لوگوں نے جو اُن جناب سے عرض کی آیا آپ اِسے حرام قرار دیتے ہیں؟ فرمایا نہیں بلکہ میں اِس سے ڈرتا ہوں کہ میرا نفس اُس کا مشتاق نہ ہو جائے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اَذۡهَبۡتُمۡ طَيِّبٰتِكُمۡ فِىۡ حَيَاتِكُمُ الدُّنۡيَا۔

جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک حدیث میں منقول ہے کہ جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السلام کی عادت یہ تھی کہ وہ جناب اور لوگوں کو گیہوں کی روٹی اور گوشت کھلاتے تھے اور خود اپنے مقام پر جَو کی روٹی تناول فرمایا کرتے تھے۔ کبھی سرکے کے ساتھ اور کبھی زیت کے ساتھ۔

محمد بن قیس نے روایت کی ہے کہ جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السلام ایسے منکسر تھے کہ غلاموں کی طرح بیٹھتے تھے اور غلاموں کا سا کھانا کھاتے تھے (اور جب کبھی ضرورت پڑتی تھی) دو کُرتے خرید فرماتے تھے۔ اُن میں سے جو اچھا ہوتا تھا وہ اپنے غلام کو عطا فرمادیتے تھے اور دوسرے کو خود زیب تن فرما لیتے تھے۔ اگر اُس کی آستین اُنگلیوں سے بڑھ جاتی تھی تو اُتنی قطع کر دیتے تھے۔ اور اگر طول میں ٹخنوں سے زیادہ ہوتا تھا تو اُتنا چاک کر دیتے تھے۔ اور پانچ برس اُن جناب نے حکومت

کی لیکن اس عرصہ میں کبھی اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی۔ (یعنی کوئی مکان نہیں بنایا) اور نہ نام کو درہم و دینار ورثہ میں چھوڑا۔ دوسروں کو تو وہ جناب گوشت اور گیہوں کی روٹی کھلاتے تھے اور خود اپنے مقام پر جَو کی روٹی سرکہ اور زیت کے ساتھ تناول فرمایا کرتے تھے اور جب کبھی ایسے دو کام اُن جناب کو درپیش ہوتے تھے جو موافق رضائے خدا ہوں تو اُن دونوں میں سے اُس کو اختیار کرتے تھے جس سے کہ اُن جناب کے بدن کو زیادہ مشقت اٹھانی پڑے اور اُن جناب نے اپنی ذاتی کمائی سے محنتِ شاقہ اٹھا اٹھا کے جس میں اُن جناب کے ہاتھ مٹی میں بھر بھر جاتے تھے اور چہرۂ مبارک پر پسینے آ آ جاتے تھے۔ ایک ہزار غلام (خرید کئے اور سب) راہِ خدا میں آزاد کر دئے اور اپنے ہاتھوں سے ایسے ایسے کام انجام دئے جو طاقتِ انسانی سے باہر تھے اور وہ جناب شب و روز میں ایک ہزار رکعت نماز ادا کیا کرتے تھے۔ میرے پدرِ بزرگوار حضرت علی بن الحسین علیہ السّلام اُن جناب سے بہت مشابہ تھے کہ اُن کا سا علم بعد اُن کے کسی کو حاصل نہیں ہوا۔ پھر امام علیہ السّلام نے جناب امیر المؤمنین صلوات اللہ علیہ کا ذکر شروع کیا اور فرمایا کہ ایک دن وہ جناب بصرہ میں عُلاء بن زیاد کی عیادت کے لئے گئے۔ عُلاء نے عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین! میں آپ سے اپنے بھائی عاصم بن زیاد کی شکایت کرتا ہوں۔ کہ اُس نے عبا پہن لی ہے اور دنیا کو بالکل چھوڑ دیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اُسے میرے پاس بلاؤ۔ جب وہ آگیا تو اُن جناب نے فرمایا کہ اے اپنے نفس کے دشمن! شیطان نے تجھے اپنا نشانہ قرار دے لیا ہے۔ تجھے اپنے اہل و عیال پر رحم نہیں آتا۔ کیا تیری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ اللہ نے تیرے لئے جن پاک چیزوں کو حلال قرار دیا ہے تو اُنہی کے استعمال کو وہ تیرے لئے مکروہ سمجھے تو اِس سے خدا کے نزدیک زیادہ سبک ہے۔ اِس پر اُس نے عرض کی کہ یا امیر المؤمنین! حضور جو یہ موٹا جھوٹا کپڑا پہنتے ہیں اور روکھا سوکھا کھا لیتے ہیں؟ فرمایا میں تیری مانند نہیں ہو سکتا۔ (میں امام بحق ہوں) اللہ تعالےٰ نے ائمۂ برحق پر یہ امر واجب کیا ہے کہ وہ اپنے آپ کے ساتھ مفلسوں اور غریبوں کا سا برتاؤ کریں تاکہ فقیر کو اُس کا فقر گراں نہ ہو (اور دولت مند کو اپنی دولت پر غرّہ نہ رہے)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۱۱۵

حضرت عبد اللہ رضؓ ابن عباس رضؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حجۃ الوداع میں جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ آنحضرت کعبۃ اللہ میں تشریف لائے اور خانۂ کعبہ کے دروازہ کا حلقہ پکڑ کے ہماری طرف مخاطب ہو کے فرمانے لگے آیا میں تم کو علاماتِ قیامت سے آگاہ نہ کروں؟ اُس دن سلمانِ فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ بہ نسبت اور لوگوں کے

آنحضرتؐ سے زیادہ نزدیک تھے سب لوگوں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! ضرور بیان کیجئے! آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علاماتِ قیامت میں سے ہے نماز کو ضائع کرنا۔ خواہشِ نفسانی کی پیروی کرنا۔ ہوا و ہوس کی طرف مائل ہونا۔ مالداروں کی تعظیم کرنا۔ دین کو دنیا کے عوض فروخت کرنا۔ اور مومن جب یہ افعالِ قبیحہ ہوتے دیکھے گا۔ تو اُس کا دل اس طرح پگھلے گا کہ جیسے پانی میں نمک (پگھلتا ہے) کیونکہ اُس کو اُن بُرائیوں کے دُور کرنے کی قدرت نہ ہوگی۔ سلمانؓ فارسی نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! کیا یہ باتیں ضرور ہوں گی؟ آنحضرتؐ نے فرمایا اے سلمان! ہاں اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے قیامت کے نزدیک حکامِ ظالم اور وزراء بدکردار اور امراء ستمگار اور امانت دار خائن ہو جائیں گے۔ سلمانؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا یہ باتیں بھی سب ہوں گی؟ آنحضرتؐ نے فرمایا اے سلمان! ہاں۔ خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس وقت نیک کام بُرے سمجھے جائیں گے۔ بُرائیاں اچھی معلوم ہوں گی۔ خیانت کرنے والا امین متصور ہوگا اور امانت دار خائن (سمجھے جائیں گے) جھوٹے کو سچا جانیں گے اور سچے کو جھوٹا سلمانؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! کیا یہ امور بھی ضرور ہوں گے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں۔ اے سلمان! اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس وقت عورتوں کی حکومت ہوگی۔ باندیوں سے مشورہ لیا جائے گا۔ نابالغ لڑکے منبروں پر چڑھیں گے۔ جھوٹ کو خوش طبعی خیال کریں گے۔ زکوٰۃ کو تاوان (جرمانہ) اور فئے (یعنی مالِ مسلمین) کو مالِ غنیمت سمجھیں گے۔ بعض لوگ اپنے والدین پر ظلم کریں گے اور اپنے دوستوں سے دوستی نہ رکھینگے۔ دُمدار ستارے نکلیں گے۔ سلمانؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! کیا یہ واقعات بھی ضرور ہوں گے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں ضرور ہوں گے۔ اے سلمان! خدا کی قسم جس کے اختیار میں میری جان ہے اُس وقت عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ تجارت کیا کریں گی۔ بارش کے موسم میں دھوپ پڑے گی۔ بزرگ مرتبہ اشخاص غصہ ور اور تنگدست (خلائق کی نظروں میں) حقیر و ذلیل ہو جائیں گے اور جس وقت دکاندار یہ کہنے لگیں کہ ہم نے تو کچھ بیچا ہی نہیں۔ کوئی یہ کہیگا کہ ہمیں تو کچھ نفع ملا ہی نہیں تو تم بازاروں میں جانا چھوڑ دینا۔ کیونکہ تم وہاں ہر شخص کو خدا کی مذمت کرتے ہوئے دیکھو گے۔ سلمانؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! کیا یہ بھی ہوگا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ضرور۔ اے سلمانؓ! اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس زمانہ میں ایک قوم ہوگی کہ اگر وہ بات کریں گے تو لوگ اُنہیں قتل کردیں گے اور اگر وہ خاموش رہیں گے تو اُن کا مال لوٹ لینگے۔ اصلی غرض اُن کی یہ ہوگی کہ خوب لوٹیں اور لوگوں کی عزت و آبرو خاک میں ملائیں اور اُن کے خون بہائیں تاکہ دلوں میں خوف اور دہشت بیٹھ جائے پس تم ہر شخص کو خائف و ترساں ہی دیکھو گے

سلمانؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! کیا یہ حادثے بھی برپا ہوں گے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں۔ اے سلمانؓ! اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس زمانہ کے لوگ ایک چیز مشرق سے اور ایک چیز مغرب سے لائیں گے اور میری اُمت اُنہی چیزوں کو اپنا ملجاؤ ماوےٰ بنالے گی۔ اُس وقت میری اُمت کے مفلس لوگوں کی حالت افسوسناک ہوگی۔ خدا اُن کو (اوندھے منہ) وَیل (دوزخ) میں ڈالیگا۔ وہ لوگ چھوٹوں پر رحم نہ کرینگے اور بڑوں کی توقیر نہ کرینگے اور مجرم کے قصور کو عفو نہ کریں گے۔ بدن تو اُن کے آدمیوں کے سے اور دل اُن کے شیطانوں کے سے ہونگے۔ سلمانؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! کیا یہ باتیں بھی ہوں گی؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ضرور بالضرور ہونگی اے سلمان! اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اُس زمانہ میں مرد مردوں کو اور عورتیں عورتوں کو (اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے) کافی سمجھیں گے۔ اور لڑکوں پر اسی طرح غیرت کی جائے گی جس طرح لڑکیوں پر۔ اُس کے کُنبہ میں غیرت کی جاتی ہے۔ مرد تو عورتوں کا بھیس بدلیں گے اور عورتیں مردوں کا رُوپ بھرینگی۔ عورتیں گھوڑوں پر زین کس کس کے سوار ہوا کرینگی میری اُمت کی اُن عورتوں پر خدا کی لعنت ہوگی۔ سلمانؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! کیا یہ واقعات بھی ہوں گے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ضرور ہوں گے۔ اے سلمانؓ! قسم ہے خدا کی جس کے اختیار میں میری جان ہے۔ مسجدیں سونے چاندی سے آراستہ کی جائیں گی جس طرح یہود و نصاریٰ کی عبادت گاہیں مزین کی جاتی ہیں۔ قرآن پر طلاکاری کی جائے گی۔ مسجدوں کے مینارے بلند کئے جائیں گے۔ اور جماعتوں کی صفیں اُن میں کثرت سے ہوں گی مگر وہ لوگ دلوں میں بُغض اور زبانوں پر اختلاف رکھتے ہوں گے۔ سلمانؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! کیا یہ باتیں بھی ہوں گی؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ضرور ہوں گی۔ اے سلمانؓ! اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس زمانہ میں میری اُمت کے مرد سونے سے زینت کریں گے اور حریر خالص و دیبا کے کپڑے اور گندہ کپڑوں کی جگہ (ریشم اور) چیتے کی کھال تک پہنیں گے۔ سلمانؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! کیا یہ کام بھی ہوں گے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ضرور ہوں گے۔ اے سلمانؓ! خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس زمانہ میں لوگ ظاہر بظاہر سُود لینگے اور رشوت لے لے کے بندگانِ خدا کو رنج دیکے معاملات طے کیا کریں گے۔ دینِ اسلام پست و حقیر ہو جائیگا۔ دنیا کو ترقی ہوگی۔ سلمانؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! کیا یہ بھی ہوگا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ضرور ہوگا۔ اے سلمانؓ! خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اُس زمانہ میں طلاق کی کثرت ہوگی۔ خدا کے احکام مٹائے جائیں گے۔ ان باتوں سے خدا کا کچھ بھی نہ بگڑے گا۔ سلمانؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! یہ بھی ہوگا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا بیشک ہوگا۔ اے سلمانؓ! اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان

ہے اُس زمانہ میں گانے والیاں اور طرح طرح کے باجے ظاہر ہوں گے اور میری اُمت کے بدکار اُن کی طرف رغبت کریں گے۔ سلمانؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ بھی ہوگا؟ آنحضرت نے فرمایا ہاں ضرور ہوگا۔ اے سلمانؓ! اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس زمانہ کے اُمراء تو بغرض سیر و سیاحت حج کو جائیں گے اور اوسط درجہ کے آدمی بغرض تجارت اور فقراء دکھاوے اور شہرت کے لئے۔ اور ایک گروہ ہوگا جو قرآن کو خوشنودی خدا کے لئے نہ سیکھے گا۔ اور باجوں پر قرآن پڑھے گا۔ اور کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو فقہ تو سیکھیں گے مگر خدا کے لئے نہیں اولادِ زنا کثرت سے ہوگی قرآن راگ راگنی میں گایا جائیگا اور وہ لوگ دنیا کے فریفتہ ہوں گے۔ سلمانؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ بھی ہوگا؟ فرمایا ہاں ضرور ہوگا۔ اُسی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس زمانہ میں پردہ نشینوں کی آبروریزی ہوگی۔ لوگ گناہوں کے مرتکب ہونگے نیکوکاروں پر بدکار مسلط ہو جائیں گے۔ کھلم کھلا جھوٹ بولیں گے اور آپس میں خوب جھگڑیں گے اور عقلمند روپوش ہو جائے گا۔ اور ایک نسخہ میں یہ ہے کہ فقر و فاقہ ظاہر ہوگا (اچھے اچھے) کپڑے پہن کر فخر کیا کریں گے۔ بے موسم بارش ہوا کرے گی۔ ڈھول اور ستار کو اچھا سمجھیں گے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے منکر ہوں گے۔ یہانتک کہ باایمان آدمی اُس زمانہ میں سب سے زیادہ ذلیل و خوار ہو جائے گا۔ اور اُس زمانہ کے قاری اور عبادت گزار ایک دوسرے کو ملامت کیا کرینگے پس وہ لوگ قیامت کے دن پلید و نجس محشور ہوں گے۔ سلمانؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ سب واقعے بھی ہوں گے؟ آنحضرت نے فرمایا ہاں ضرور ہوں گے۔ اے سلمانؓ! اُس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اُس زمانہ کے مالدار آدمی کو بھی فقیر کا خوف ہوگا۔ یہاں تک نوبت پہنچ جائے گی کہ غرباء ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بھیک مانگتے پھرینگے لیکن کوئی شخص اُن کے ہاتھ پر کچھ بھی نہ دھرے گا۔ سلمانؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا یہ سب بھی ہوگا؟ آنحضرت نے فرمایا ہاں ضرور ہوگا۔ اے سلمانؓ! اُسی کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اور اُسی زمانہ میں رُوَیبضہ کلام کرے گا۔ سلمانؓ نے عرض کی۔ میرے ماں باپ حضور پر فدا ہو جائیں رُوَیبضہ کیا چیز ہے؟ آنحضرت نے فرمایا عوام النّاس کے معاملہ میں وہ شخص کلام کریگا جسے بولنے کا بھی سلیقہ نہ ہوگا۔ پس تھوڑے عرصہ کے بعد زمین دھنسنا شروع ہو جائے گی۔ اور ہر شخص یہی خیال کرے گا کہ میرے ہی قریب کی زمین دھس رہی ہے۔ پس جب تک خدائے تعالےٰ کو منظور ہوگا وہ لوگ اسی حال پر رہیں گے۔ بعد اس کے زمین اُن کے سامنے اپنے پارۂ جگر ظاہر کر دیگی یعنی سونا چاندی۔ پھر ستون کی طرف اشارہ کرکے فرمایا زمین سے چاندی اور سونے کے اتنے بڑے بڑے ٹکڑے نکل آئیں گے لیکن اُس وقت وہ سونا اور چاندی اُن کو کچھ بھی نفع

نہ پہنچائے گا۔ (اے سلمانؓ) قولِ باری تعالےٰ فَقَدۡ جَآءَ اَشۡرَاطُهَا کا یہی مطلب ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۱۰۱۴

تفسیر مجمع البیان اور تفسیر قمی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا گیا۔ حضرت نے جواب دیا کہ خدا کی قسم جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا۔ بلکہ خدائے تعالےٰ نے اُن جناب کو (بوجہ سردار ہونے کے) شیعیانِ علیؑ ابنِ ابی طالب کے گناہوں کا ذمہ وار بنا دیا۔ تاکہ اُن جنابؐ کی خاطر سے شیعوں کے گزشتہ اور آئندہ گناہ بخشدے۔

بعض اہلِ معرفت اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عصمت تو (بدلائلِ عقلیہ ونقلیہ) ثابت ہے۔ آنحضرتؐ سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا (اب رہی یہ بات کہ) اس آیت میں خود آنحضرتؐ کی طرف گناہ کو منسوب کیا گیا تو اُس کی وجہ یہی ہے کہ خطابِ ظاہری تو آنحضرتؐ ہی سے ہے لیکن مراد اُمت ہے چنانچہ مثل مشہور "اِيَّاكِ اَعۡنِيۡ وَ اسۡمَعِيۡ يَا جَارَة" اس کی مثال ہے۔ اس کا منشاء یہی ہے کہ خطاب تو خاص اور معین شخص سے ہوتا ہے مگر مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس بات کو پاس پڑوس والے بھی سن لیں (پس آیۂ مذکورہ کا بھی یہی مطلب ہے کہ ظاہر میں تو گناہ آنحضرتؐ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور حقیقتہً اُمت کے گناہوں کے بخشنے کی بشارت آنحضرتؐ کو دی گئی ہے) اور "مَا تَقَدَّمَ" سے یہ مراد ہے کہ حضرت آدم علیہ السّلام کے زمانہ سے لے کر آنحضرتؐ کے زمانہ تک جتنے مومنین ہوں گے اُن کے گناہ بخشے جائیں گے۔ اور "مَا تَاَخَّرَ" کا یہ مطلب ہے کہ آنحضرتؐ کے زمانہ سے لیکر قیامت تک جتنے مومنین ہوں گے اُن کے گناہ بخشے جائیں گے۔ اس لئے کہ آدم علیہ السّلام سے لے کر قیامت تک جتنے آ[illegible] ہونگے وہ سب کے سب آنحضرتؐ کی اُمت ہیں حالانکہ حقیقی اُمت میں وہی ہیں جو آنحضرتؐ کے چلن پر چلتے ہیں۔ آنحضرتؐ سے پہلے جتنی شریعتیں گزریں وہ سب باطن کے لحاظ سے شریعتِ محمدیؐ کے ماتحت ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ اُس وقت میں نبوت پر فائز تھے کہ حضرت آدم علیہ السّلام پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ کا قول "كُنۡتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيۡنَ الۡمَآءِ وَ الطِّيۡنِ" ترجمہ (میں اُس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السّلام مٹی اور پانی میں تھے۔ یعنی اُن کا جسد خاکی بھی تیار نہ ہوا تھا) اس پر دلالت کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ آنحضرتؐ تمام نبیوں اور رسولوں کے سردار اور تمام آدمیوں سے افضل ہیں اور چونکہ آنحضرتؐ کی رسالت تمام آدمیوں کے لئے عام ہے اس لئے خداوندِ عالم نے فرمایا "لِيَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ"۔ اور یہ بات تو ضروری ہے ہی نہیں کہ ہر شخص آنحضرتؐ کو دیکھے تب ہی اُس کا شمار اُمتِ محمدیؐ میں ہو جس

طرح آنحضرتؐ نے اپنے ظہور کے زمانہ میں جنابِ امیرالمومنین علیہ السلام کو اپنا نائب بنا کر اہلِ یمن کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا اسی طرح مخلوقات سے پہلے انبیاء و مرسلین کو باعتبار "کُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَ الطِّيْنِ" انسانوں کی ہدایت کے واسطے بھیجا بنا بریں جناب آدم علیہ السلام سے لے کر (تا ظہور آنحضرتؐ) ہر ہر نبی کی امت امتِ مصطفوی کہلائی جائے گی۔ اسی لئے خدائے تعالےٰ نے آنحضرتؐ کو بشارت دی کہ وہ مومنین کے گزشتہ کے اور آیندہ کے کُل گناہ بخش دے گا۔ اس آیت میں بظاہر اگرچہ خطاب آنحضرتؐ ہی سے ہے مگر حقیقتہً امت کی مغفرت مقصود ہے۔ تمام مومنین بخشے جائیں گے اور سعادت ابدی پر فائز ہوں گے اس کی دو وجہیں ہیں اول یہ کہ وہ جنابؐ رحمۃ للعالمین (تمام عالم کے لئے رحمت) ہیں۔ دوسرے یہ کہ آنحضرتؐ کا مرتبہ تمام آدمیوں سے بڑھا ہوا ہے کیونکہ وہ سارے بنی آدم پر مبعوث برسالت ہوئے ہیں۔ چنانچہ قولِ باری تعالےٰ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا الخ (دیکھو صفحہ ۸۸۹ سطر ۳) اس پر دلیل ہے۔ خدا نے یہ نہیں فرمایا "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّهٰذِهِ الْاُمَّةِ" "ہم نے تم کو اسی مخصوص امت کے لئے مبعوث کیا ہے"۔ بلکہ خدا نے تو یہ خبر دی ہے کہ آنحضرتؐ تمام آدمیوں کے رسولؐ ہیں اور حضرت آدمؑ سے لے کر تا قیامت جتنے آدمی ہوں گے وہ سب "النَّاس" کا مصداق ہیں۔ پس انہی لوگوں کی مغفرت اس آیت میں مقصود ہوگی۔

سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے یوں روایت کی ہے کہ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ کا مطلب یہ ہے کہ اہل مکہ اور قریش کے نزدیک ہجرت کے پہلے اور بعد جو تمہارا گناہ تھا وہ خدا نے معاف کر دیا۔ اس لئے کہ جب تم نے بغیر لڑائی کے مکہ کو فتح کر لیا اور ان کو غارت نہ کیا اور ان کی دیرینہ عداوت اور جنگ کا ان سے مواخذہ نہ کیا تو ان لوگوں نے تمہارے گناہ جو ان کے عقیدے میں تھے بخش دئے اور جبکہ انہوں نے دیکھا کہ تم کو اچھی طرح قدرت اور حکومت حاصل ہوگئی تو وہ تمہاری دشمنی سے جو ان کے دلوں میں تھی درگزر رہے۔

ابن کثیر ہیمی بیان کرتے ہیں کہ میرے سامنے محمد بن حرب ہلالی حاکمِ مدینہ نے بیان کیا کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی یا ابن رسولؐ اللہ! میرے دل میں ایک مسئلہ ہے جسے میں حضور سے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اُسے تم بیان کروگے یا جو کچھ تم پوچھنا چاہتے ہو وہ میں ہی بتا دوں؟ میں نے عرض کی میرے ظاہر کرنے سے پہلے حضور کو میرا سوال کیسے معلوم ہوگیا؟ حضرتؑ نے فرمایا توسّم اور فراست سے کیا تم نے قول باریتعالےٰ نہیں سُنا کہ وہ فرماتا ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۴۲۳

سطر ۶) جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ (مومن کی عقل دوربین سے ڈرتے رہو کہ وہ نورِ خدا کے ذریعہ سے دیکھ لیتا ہے) میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! فرمائیے میرا سوال کیا ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا تم یہ دریافت کرنا چاہتے ہو کہ اس کا کیا سبب ہے کہ جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کعبہ کی چھت پر سے بتوں کے گرانے کے وقت جناب رسولِ خدا کا بوجھ نہ اٹھا سکے حالانکہ وہ جناب ایسے قوی اور طاقتور تھے کہ کیسے کیسے امور عجیبہ اُن سے ظاہر ہوئے۔ منجملہ اُن کے ایک کام یہ تھا کہ اُن جناب نے قموص قلعۂ خیبر کا دروازہ توڑا اور کواڑ کو جسے چالیس پہلوانان نامی نہیں اُٹھا سکتے تھے چالیس ہاتھ دُور پھینک دیا۔ اور جناب رسولِ خدا ناقہ پر سوار ہوتے تھے گھوڑے اور گدھے پر سوار ہوتے تھے اور شبِ معراج براق پر بیٹھ کر بالائے آسمان تشریف لے گئے تو ان جانوروں نے جو علیؑ بن ابیطالب سے قوت و طاقت میں بدرجہا کم ہیں جناب رسولِ خدا کا بوجھ اُٹھا لیا مگر جناب علیؑ بن ابی طالب نہ اُٹھا سکے۔ میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ! خدا کی قسم میں حضور سے یہی دریافت کرنا چاہتا تھا۔ محمد بن حرب نے پوری حدیث بیان کرنے کے بعد کہا کہ ایک دن جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیر المؤمنین علیہ السلام سے فرمایا کہ اے علیؑ! خداوند عالم نے تمہارے شیعوں کے گناہوں کا ذمہ دار مجھے بنایا ہے وہ میری خاطر سے اُن کے گناہ بخش دے گا۔ چنانچہ فرماتا ہے لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ۔

محمد بن سعید مروزی کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ آیا جناب رسولِ خدا نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا تھا؟ اُس نے جواب دیا کبھی نہیں! میں نے پوچھا قول باری تعالےٰ لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ کا کیا مطلب ہے؟ اُس نے کہا خدائے تعالےٰ نے اپنے رسول پر شیعیانِ علی بن ابیطالب علیہ السلام کے گناہوں کا بار رکھا۔ پھر اُن جنابؐ کی خاطر سے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۲۰۸

جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے اجداد طاہرین سے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے خدائے عزوجل نے ارشاد کیا کہ اے ہمارے رسول! ہم تم سے ایک عہد لینا چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کی خدایا بیان کر وہ کیا ہے؟ ارشادِ باری ہوا۔ کہ اے حبیب ہمارے! بغور سنو! تمہارے بعد علیؑ ابن ابی طالب ہدایت کا نشان اور میرے دوستوں کا امام اور میرے فرمانبردار بندوں کا نور اور کلمۃ التقوےٰ ہے جو متقیوں پر لازم کیا

کیا ہے جس نے اُس سے دوستی کی اُس نے یقیناً مجھ سے دوستی کی اور جس نے اُس سے دشمنی کی اُس نے یقیناً مجھ سے دشمنی کی۔ اے رسولؐ! تم علیؑ ابنِ ابیطالب کو یہ خوشخبری سُنا دو۔

مالک ابنِ عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے مولا جنابِ امام علی رضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آیہ "وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا" میں کلمۃ التقویٰ سے کیا مراد ہے؟ حضرتؑ نے جواب دیا ولایت جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام۔

تفسیر قمی میں علی ابن ابراہیم رحمہ اللہ اِس آیت کی تفسیر میں بروایت جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام تحریر کرتے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ جب شبِ معراج مجھے آسمان پر لے گئے تو باوجود اپنی بلندی کے آسمان میری نظر میں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی سوار اپنی راہ سے جسے وہ ایک دن میں طے کر سکے سوئی کے ناکے کو دیکھے۔ اُسوقت میرے پروردگار نے علیؑ ابن ابیطالب کے بارے میں چند کلموں کا مجھ سے عہدو پیمان لیا اور فرمایا اے محمدؐ! سنو! علیؑ ابن ابیطالب متقیوں کا امام ہے اور نورانی پیشانی والوں کا افسر ہے۔ اور مومنوں کا سردار ہے۔ حالانکہ ظالموں کا سردار مال ہوتا ہے۔ اور علی ابن ابیطالب میرا وہ کلمہ ہے جو میں نے متقیوں پر لازم کر دیا ہے اور وہ اُس کے حقدار بھی ہیں۔ پس تم یہ بشارت اُن کو سُنا دو۔ جناب امامؑ فرماتے ہیں کہ جونہی جنابِ رسولِ خداؐ نے جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السلام کو یہ بشارت سُنائی تو وہ جناب سجدۂ شکر میں گر پڑے۔ پھر عرض کی یا رسولؐ اللہ! کیا میرا وہاں بھی ذکر ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ! خدائے عزوجل رفیقِ اعلےٰ میں تمہاری تعریف کیا کرتا ہے اور تمہارا ذکر وہاں بھی ہوتا ہے۔

قریب قریب یہی روایت جنابِ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے کتاب اختصاص میں فرمائی ہے۔

جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام سے بروایت اپنے آباؤ اجداد صلوات اللہ علیہم اجمعین کے مروی ہے کہ جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا جبکہ میں شبِ معراج آسمان پر طلب کیا گیا اور وہاں سے سدرۃ المنتہےٰ پر پہنچا اور حجابِ قدرت کے سامنے کھڑا ہوا تو مجھ سے ارشادِ باری ہوا کہ اے محمدؐ! میں نے عرض کی لَبَّيْكَ يَا رَبِّ وَسَعْدَيْكَ اے میرے پروردگار! میں حاضر ہوں۔ ارشاد ہوا تم نے میرے بندوں کا امتحان لیا۔ اُن کو آزمایا۔ سب سے زیادہ کس کو اپنا مطیع پایا؟ میں نے عرض کی پروردگار! علیؑ ابنِ ابیطالب کو! ارشاد ہوا۔ تم سچ کہتے ہو۔ اے رسولؐ! تم نے علیؑ ابنِ ابیطالب کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تاکہ وہ تمہارے بعد تمہارے حقوق ادا کرے اور میرے بندوں کو قرآن کے معنی سکھائے جن سے وہ ناواقف ہیں۔ میں نے عرض کی خدایا ابھی تو مقرر نہیں کیا۔ الہیٰ! اگر تیری منشاء یہی ہے تو تو علیؑ کو منتخب کرے۔ ارشاد ہوا کہ اے محمدؐ! میں نے علیؑ کو پسند کیا۔ اب تم اُس کو اپنا خلیفہ اور وصی قرار دو۔ میں نے اپنا علم و

علم اُس کو عطا کیا۔ وہ تمام مومنوں کا امیر ہے اُس سے پہلے یہ منزلت کسی کو نہیں ملی اور نہ بعد والوں کو ملیگی۔ اے محمدؐ! علی بن ابیطالب ہدایت کا علم ہے اور جو میری اطاعت کریں گے اُن کا امام ہے اور میرے اولیاء کا نور ہے اور وہی وہ کلمۃ التقویٰ ہے جو میں نے تمام پرہیزگاروں پر لازم کیا ہے۔ جس نے علیؑ سے دوستی کی اُس نے یقیناً مجھ سے دوستی کی اور جس نے اُس سے دشمنی رکھی۔ اُس نے یقیناً مجھ سے دشمنی رکھی۔ اے محمدؐ! تم علیؑ بن ابیطالب کو یہ خوشخبری سُنا دو۔ امام علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ جناب رسولؐ خدا نے اُن جنابؑ کو بشارت دی تو یہ سُنکر آن جنابؑ نے عرض کی میں خدا کا بندہ ہوں۔ اُس کے قبضۂ قدرت میں ہوں۔ اگر وہ مجھ پر عذاب کرے تو اُس کا سبب میرے گناہ ہوں گے۔ خدا کا مجھ پر کوئی ظلم نہ ہوگا اور اگر وہ اپنے وعدے جو مجھ سے کئے ہیں پورے فرمائے تو وہ میرا مالک ہے۔ پس جناب رسولؐ خدا نے درگاہِ الٰہی میں عرض کی یا اللہ! تو قلب علیؑ کو اپنے ایمان کی جائے بہار مقرر فرما۔ ارشادِ باری ہوا کہ اے محمدؐ! میں نے تمہاری دعا قبول کی مگر میں علیؑ بن ابیطالب کی آزمائش ایسی بلا سے کروں گا کہ ویسی بلا سے آج تک اپنے کسی دوست کا امتحان نہ لیا ہوگا۔ میں نے عرض کی خدایا! یہ تو میرا بھائی اور مصاحب ہے۔ ارشادِ باری ہوا میرے علم میں پہلے ہی گزر چکا ہے کہ علیؑ کا امتحان ہوگا اور اُس کے بارے میں دوسروں کی آزمائش ہوگی۔ اگر علیؑ ابنِ ابی طالب نہ ہوتے تو میرے دوستوں کی اور میرے رسولؐ کی شناخت ہی نہ ہوتی۔

ابو ہریرہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسولِ خدا کو یہ فرماتے سُنا کہ خدا نے مجھ سے علیؑ کے بارے میں عہد لیا۔ میں نے عرض کی اے میرے اللہ! مجھ سے بیان تو کر دے وہ کیا بات ہے؟ ارشاد ہوا علیؑ بن ابیطالب کو خبر دے دو کہ وہ امیر المؤمنین ہے اور اوصیاء مرسلین کا سردار اور ہر شخص کا حاکم اور وہ وہ کلمہ ہے جو میں نے پرہیزگاروں پر لازم کیا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۸۲۱

تفسیر برہان میں بعد نقل اُس حدیث کے جو ہم نے امالی سے حاشیہ میں درج کی ہے یہی حدیث بطریقِ مخالفین علامہ موفق ابن احمد سے جنہوں نے بطریقِ مرفوع حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے درج کی گئی ہے۔ حضرت عبداللہ ابنِ عباس یہ فرماتے ہیں کہ بہت سے لوگوں نے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ دریافت کیا تھا کہ یہ آیت کس کی شان میں نازل ہوئی ہے؟ تو آنحضرتؐ نے جواب دیا کہ جب قیامت کا دن ہوگا سفید نور کا ایک علم تیار کیا جائے گا اور ایک منادی یہ ندا دیگا کہ ضرور ہے کہ کُل مومنوں کا سردار

اور اُس کے ساتھ وہ لوگ جو بعد جنابِ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بعثت کے ایمان لائے ہوں وہ سب کھڑے ہو جائیں اُس وقت علی بن ابیطالب علیہ السّلام کھڑے ہو جائینگے اُس وقت وہ سفید نور والا علم اُن کے دستِ مبارک میں دے دیا جائیگا۔ اُس کے نیچے کُل سبقت کرنے والے مہاجرین اوّلین سے ہوں تو اور انصار سے ہوں تو حاضر ہونگے۔ کوئی غیر اُن کے ساتھ نہ ہوگا (علیؑ اس علم کو لئے ہوئے اُس مقام پہ پہنچیں گے جہاں اُن کے لئے ایک منبر نور نصب ہوگا) تا آنکہ وہ حضرت رب العزت کے اُس منبرِ نور پر جلوس فرمائیں گے اور ایک ایک کرکے وہ سارا مجمع اُن حضرت کی حضور میں پیش کیا جائے گا اور ہر ایک کو وہ حضرت اُس کا اجر عطا فرماتے جائیں گے۔ جب آخری شخص تک پیش ہو چکے گا تو اُن سب سے یہ کہا جائیگا کہ اب تم کو اپنی حالت معلوم ہو چکی اور جنت میں جو مکانات تمہارے لئے مہیا ہیں وہ بھی معلوم ہو گئے۔ اب تمہارا مالک تم سے یہ کہتا ہے کہ میرے پاس تمہارے لئے مغفرت بھی ہے اور بہت بڑا اجر بھی۔ اس سے مراد جنت ہے (اس اعلان کے بعد) جنابِ امیرالمومنین علیہ السّلام اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور سب لوگ اُن کے علم کے سایہ میں اُن کے ساتھ ساتھ چلے جائیں گے تا آنکہ وہ حضرت اُن سب کو جنت میں پہنچادیں گے۔ پھر اپنے منبر کی طرف واپس آئیں گے (اُس پر دوبارہ جلوس فرمائیں گے) اور مومنوں کے دوسرے گروہ (منبر بہ منبر) اسی طرح اُن حضرت کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور اُن میں سے ہر ایک اپنا اپنا حصہ لیتا جائے گا اور جنت میں پہنچتا جائیگا۔ اور بہت سے لوگ جہنم کے کنارے کھڑے چھوڑ دئے جائیں گے (جنابِ رسولِ خدا ارشاد فرماتے ہیں کہ) خدائے تعالےٰ کا یہ قول وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ق وَالشُّهَدَاۗءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ (دیکھو صفحہ ۸۶۱ سطر ۸) تو اُن اسلام کی طرف سبقت کرنے والوں۔ ایمان لانے والوں اور ولایتِ علیؑ مرتضٰے کے تسلیم کرنے والوں کے لئے ہے۔ اور (اُس سے آگے کا ٹکڑا) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ اُن لوگوں کے لئے ہے جو کفر کریں گے اور ولایت کو جھٹلائیں گے اور حق علیؑ مرتضٰے کو نہ مانیں گے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۸۲۱

الجوامع میں ابن عبّاس سے مروی ہے۔ کہ یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ثابت بہت بہرے آدمی تھے اور آواز بھی اُن کی نہایت کرخت اور بلند تھی اور وہ بات کرنے میں بیحد چیختے تھے جس سے جنابِ رسولِ خدا کو اکثر اذیت ہوتی تھی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ثابت نے حضوری خدمتِ رسولؐ سے کنارہ کیا۔ آنحضرت نے اُن کو تلاش

کرایا۔ اُنھوں نے اپنا واقعہ بیان کیا۔ آنحضرتؐ نے ثابت کو طلب کر کے نہ آنے کا سبب پوچھا ثابت نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! یہ آیت نازل ہو چکی ہے اور میری آواز کرخت اور بھدی ہے۔ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری آواز حضور کی آواز پر بلند ہو جائے۔ جس کی وجہ سے میرے اعمال مٹی میں مل جائیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے ثابت! تم نیک آدمی ہو۔ جب تک تمہاری زندگی ہے نیکی پر رہو گے اور انجام بھی تمہارا بخیر ہوگا۔ تم اہلِ جنت سے ہو۔

تفسیر جناب امام حسن عسکری علیہ السّلام میں ہے کہ قولِ باری تعالےٰ لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا کی تفسیر بیان کرنے کے وقت جنابِ امام موسےٰ کاظم علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ جب جنابِ رسولؐ خدا مدینہ میں تشریف لائے اور مہاجرین و انصار کثرت سے آنحضرتؐ کے گرد جمع ہونے لگے تو اثنائے گفتگو میں وہ لوگ آنحضرتؐ سے اس طرح خطاب کرتے تھے جو آنحضرتؐ کی شان کے خلاف ہوتا تھا۔ اور آنحضرتؐ اُن لوگوں پر بے حد مہربانی فرماتے تھے اور رحم دلی سے پیش آتے تھے۔ جب آیت یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ الخ نازل ہوئی تو آنحضرتؐ ہر شخص کی گفتگو کے وقت اس کا لحاظ کرنے لگے۔ اگر کسی کی آواز بلند پاتے تھے تو اُس سے اپنی آواز سے باتیں کرتے تھے کہ اُس کی آواز آنحضرتؐ کی آواز پر بلند نہ ہو جائے تاکہ اُس کی سزا میں اُس کے اعمال ضائع نہ ہوں۔ آنحضرتؐ ہمیشہ اس بات کی کوشش فرماتے تھے کہ لوگوں کے گناہ دُور ہو جائیں یہاں تک کہ ایک دن ایک بدّو نے دیوار کے پیچھے کھڑے ہو کر بہت زور سے پکارا۔ یا محمدؐ! آنحضرتؐ نے اُس کو اُس کی آواز سے زیادہ بلند آواز میں جواب دیا تاکہ اُس کے ذمّہ آواز بلند کرنے کا گناہ نہ لازم ہو جائے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۸۲۳

کافی میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ جنگِ بصرہ کے دن اس آیت کی تاویل ظاہر ہوئی (بنا بر تاویل) اہلِ بصرہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اس لئے کہ وہ لوگ جنابِ امیر المؤمنین علیہ السّلام سے باغی ہو گئے تھے۔ پس اُن جناب پر اہلِ بصرہ سے لڑنا اور اُن کو قتل کرنا اُس وقت تک ضروری تھا کہ وہ لوگ حکمِ خدا کی طرف لوٹ آئیں اور اگر وہ حکمِ خدا کی طرف رجوع نہ کرتے تو اُن جنابؑ پر اُن لوگوں کے قتل سے تلوار نہ روکنا اُس حد تک لازم تھا کہ وہ لوگ اپنی اپنی رایوں سے عدول کر کے خدا کی طرف رجوع کر لیتے۔ کیونکہ وہ لوگ اوّل تو اُن جنابؑ سے برغبت بیعت کر چکے تھے پھر باغی ہو گئے تھے۔ اور جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام

پر یہ بھی واجب تھا کہ اہلِ بصرہ پر جب فتح حاصل ہو جائے تو وہ جناب موافق حکمِ خدا اُن لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کریں۔ جیسا کہ جناب رسولِ خدا نے بعد فتح اہلِ مکہ پر احسان کیا اور اُن کی خطائیں بخش دیں۔ بعینہٖ یہی برتاوا بے کم وکاست جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام کا اہلِ بصرہ کے ساتھ ہوا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۸۲۳ جنابِ امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مومن دوسرے مومن کا حقیقی بھائی ہے اس لئے کہ خدائے تعالےٰ نے مؤمنین کو جنت کی مٹی سے پیدا کیا ہے اور اُن کی صورتوں میں جنت کی ہوا پھونکی ہے اس لئے گویا وہ حقیقی بھائی ہوئے۔

البصائر میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس حدیث کا مطلب دریافت کیا۔ اِنَّ الْمُؤْمِنَ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ (مومن نورِ خدا کے ذریعہ سے دیکھتا ہے) ارشاد فرمایا کہ حق سبحانہٗ و تعالےٰ نے مومن کو اپنے نور سے پیدا کیا ہے اور اپنے دریائے رحمت میں اُن کو غوطہ دے کر ہماری ولایت کا اُن سے عہد و پیمان لیا ہے۔ جس دن کہ خدائے تعالےٰ نے اپنی معرفت اُن پر الہام کی۔ پس ایک مومن دوسرے مومن کا مادری اور پدری بھائی ہے۔ باپ اُنکا نور ہے اور ماں اُن کی رحمتِ خدا ہے۔ اور اسی نور کے ذریعہ سے وہ دیکھتے ہیں جس سے اُن کی خلقت ہوئی ہے۔

قولِ صاحبِ تفسیرِ صافی ۔ ایک وجہ مومنین کے آپس میں بھائی بھائی ہونے کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تمام مؤمنین جناب رسولِ خدا اور جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں اور یہ دونوں اِن سب کے باپ ہیں چنانچہ جنابِ رسولِ خدا نے جنابِ امیرؑ سے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ! میں اور تم دونوں اس اُمت کے باپ ہیں۔ اور ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مؤمنین سب کے سب ایمان میں شریک ہیں جو حیاتِ ابدی کا باعث ہے۔

ابنِ مغازلی شافعی نے مناقب میں بروایت حضرت حذیفہؓ یمانی روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا نے مہاجرین و انصار میں مواخات قرار دی اور ہر شخص کو اُس کے مثل و نظیر کا بھائی بنایا۔ پھر حضرت علیؑ ابن ابی طالب کا ہاتھ میں لے کر ارشاد فرمایا (ایہا الناس!) یہ میرا بھائی ہے۔ حذیفہؓ یمانی کہتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا تمام رسولوں کے سردار اور متقیوں کے امام اور پروردگارِ عالم کے رسولؐ ہیں۔ جن کی ساری دنیا میں نہ مثل ہے نہ نظیر اور علیؑ ابن ابیطالب اُن حضرت کے بھائی ہیں۔ (اب علیؑ کا مرتبہ سوچ لو!)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۸۲۸ الجوامع میں ہے کہ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا کہ نیکیاں لکھنے والا آدمی کے داہنے کندھے پر

ہے اور بدیاں لکھنے والا بائیں پر۔ اور داہنی طرف والا فرشتہ بائیں جانب والے کا افسر ہے۔ جس وقت آدمی ایک نیکی کرتا ہے تو وہ فرشتہ دس نیکیاں لکھ لیتا ہے اور جب وہ بندہ بدی کا مرتکب ہوتا ہے تو داہنی طرف والا فرشتہ گناہ لکھنے والے سے کہتا ہے کہ اے فرشتے! تو اس کو سات گھنٹے کی مہلت دیدے۔ شاید یہ شخص تسبیح پڑھ لے یا استغفار کرے۔

فضیل بن عثمان مرادی کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جناب رسُول خدا نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص میں یہ چار خصلتیں ہوں گی تو ان کی وجہ سے خدائے تعالےٰ اُس کو ہلاک نہ کرے گا (یعنی جہنم میں نہ ڈالے گا) مگر یہ کہ وہ شخص مخالفت اہل بیت کی وجہ سے دوزخ میں ڈالا جائے۔ پہلی خصلت یہ ہے کہ بندہ کوئی نیک کام کرنے کا ارادہ کرے۔ پس اگر اُس نے وہ کام نہ کیا تو بھی اُس کی نیک نیت کی وجہ سے ایک نیکی اُس کے نامۂ اعمال میں ضرور لکھی جائے گی اور اگر وہ کام کر لیا ہے تو کم از کم دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ دوسرے یہ کہ جو شخص بُرا کام کرنے کا قصد کرے۔ پس اگر اُس نے وہ کام نہ کیا تو کوئی گناہ نہ لکھا جائے گا اور اگر مرتکب ہوگیا تو اُس کو سات گھنٹے کی مہلت دی جائے گی اور نیک اعمال لکھنے والا فرشتہ اعمال بد لکھنے والے فرشتہ سے جو بائیں طرف رہتا ہے کہتا ہے کہ ابھی اس کی بدی لکھنے میں جلدی نہ کر۔ شاید کہ یہ اس عرصہ میں کوئی نیکی کر لے جس سے وہ بدی محو ہو جائے۔ یا شاید یہ شخص استغفار کرلے۔ تیسرے یہ کہ اگر اُس بندہ نے بُرا کام کرنے کے بعد کوئی نیک کام کر لیا تو آیہ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ کی رُو سے وہ بدی نہ لکھی جائے گی۔ چوتھے یہ کہ جو شخص بدی کرنے کے بعد توبہ میں یہ پڑھے: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ۔ تو اُس کے نامۂ اعمال میں کچھ نہ لکھا جائے گا۔ اور اگر گناہ کیے ہوئے سات گھنٹے گزر گئے اور اس عرصہ میں نہ اُس نے کوئی نیک کام کیا اور نہ استغفار پڑھا تو کاتب اعمال نیک کاتب اعمال بد سے کہتا ہے کہ اس بدبخت مردوم کے نامۂ اعمال میں یہ بدی درج کرلو۔

جناب امام محمد باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ فرشتہ اُسی دعا یا تلاوت قرآن کو نامۂ اعمال میں درج کرتا ہے جس کو وہ سُنتا ہے۔

زرارہ نے جناب امام محمد باقر جناب امام جعفر صادق علیہما السّلام سے روایت کی ہے کہ فرشتہ اُنہی باتوں کو لکھتا ہے جن کو وہ سُنتا ہے اور خدائے تعالےٰ جو یہ فرماتا ہے کہ وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً (دیکھو صفحہ ۲۸۰ سطر ۱۰) چونکہ یہ امر

مخفی ہے اس کی عظمت اتنی ہے کہ اس کے ثواب کو سوائے خدائے تعالےٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

جناب امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہر بندے پر دو فرشتے مقرر ہیں جو اُس کی باتوں کو لکھتے ہیں۔ پھر وہ دونوں اپنے دو افسروں کے پاس لے جاتے ہیں۔ پس وہ دونوں افسر خیر و شر کو برقرار رکھتے ہیں۔ باقی کو نکال دیتے ہیں۔

ابو حمزہ ثمالی نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ہوا میں ایک فرشتہ ہے۔ اسمٰعیل اُس کا نام ہے۔ وہ تین لاکھ فرشتوں کا افسر ہے کہ اُن میں کا ہر فرشتہ ایک ایک لاکھ فرشتوں کا سردار ہے۔ یہ سب کے سب بندگانِ خدا کے اعمال شمار کرتے ہیں۔ جب سال ختم ہو جاتا ہے تو خداوندِ عالم ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے اُس کا نام سجل ہے۔ یہ فرشتہ اُن سب کے لکھے ہوئے کو لکھ لیتا ہے۔ اُس فرشتہ کا ہونا قولِ باری تعالےٰ یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ (دیکھو صفحہ ۵۲۷ سطر ۶) سے ظاہر ہوتا ہے۔

کافی میں ہے عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار جناب امام موسےٰ کاظم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اے بابا! جس وقت کوئی بندہ نیکی یا بدی کا ارادہ کرتا ہے تو آیا اُس کا علم کاتبانِ اعمال کو ہو جاتا ہے؟ حضرت نے فرمایا یہ تو بتاؤ کیا خوشبو اور بدبو دونوں کی ایک سی حالت ہوتی ہے؟ میں نے عرض کی نہیں۔ فرمایا جب بندہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اُس کی سانس سے خوشبو نکلتی ہے تو اُس وقت داہنی طرف والا بائیں جانب والے فرشتہ سے کہتا ہے اُٹھ کھڑا ہو کہ اِس نے نیکی کا قصد کیا ہے۔ اور جب وہ اُس نیک کام کو کر لیتا ہے تو اُس فرشتہ کی زبان بجائے قلم اور لعابِ دہن بجائے سیاہی ہو جاتا ہے اور وہ نیکی لکھ لی جاتی ہے۔ اور جب وہ بندہ بدی کا قصد کرتا ہے تو اُس کی سانس سے بدبو نکلتی ہے۔ اُس وقت بائیں طرف والا داہنی طرف والے فرشتہ سے کہتا ہے ابھی ٹھہر جاؤ کہ اس نے بدی کا قصد کیا ہے پس اگر وہ بندہ اُس گناہ کا مرتکب ہو جاتا ہے تو فرشتہ کی زبان بجائے قلم اور لعابِ دہن بجائے سیاہی ہو جاتا ہے اور گناہ اُس کا درج کر لیا جاتا ہے۔

ابو بصیر نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اگر کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو اُس کو سات گھنٹے کی مہلت دی جاتی ہے۔ پس اگر وہ اس عرصہ میں تین بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ کہہ لے تو گناہ نہ لکھا جائے گا۔

ایک مرتبہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو بندۂ مومن گناہ کرتا ہے تو اُس کو سات گھنٹے کی مہلت دی جاتی ہے۔ اگر اُس عرصہ میں اُس نے خدا سے طلب

مغفرت کرلی تو گناہ درج نہ ہوگا اور اگر یہ سب وقت گزر گیا اور اُس نے طلب مغفرت نہ کی تو ایک بدی اُس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائے گی اور مؤمن کو بیس برس کے بعد بھی اگر اپنا گناہ یاد آجائے اور وہ خدا سے طلبِ مغفرت کرلے تو خدائے تعالےٰ اُس کو بخش دے گا اور کافر وقت کے وقت بھول جائے گا اور پھر اُسے خیال بھی نہ آئے گا۔ اس حدیث کے اول حصہ کا ذکر سُنکر عباد بصری اُن جناب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ جو بندہ بھی کوئی گناہ کرے تو خدائے تعالےٰ نے اُس کو سات گھنٹے کی مہلت دیتا ہے۔ فرمایا میں نے ایسا نہیں کہا بلکہ میں نے تو یوں کہا تھا کہ جو بندۂ مومن کوئی گناہ کرے (تو اُسے خدائے تعالےٰ سات گھنٹے کی مُہلت دیتا ہے)۔

بُکیر نے جناب امام جعفر صادق یا جنابِ امام محمد باقر علیہما السلام سے روایت کی ہے۔ کہ آدم علیہ السّلام نے درگاہِ خدا میں عرض کی خدایا تو نے شیطان کو مجھ پر (میری اولاد پر) مسلّط کیا۔ یہانتک کہ تو نے اُس کو ہر رگِ خون میں دوڑا دیا ہے تو تو مجھے بھی کچھ قوت دے۔ ارشادِ باری ہوا اے آدم میں نے تمہارے لئے یہ قرار دیا ہے کہ تمہاری اولاد میں سے جو کوئی بدی کا ارادہ کرے گا اُس کے ذمّے کوئی گناہ نہ لکھا جائے گا اور اگر وہ مرتکب ہو جائے گا تو صرف ایک گناہ لکھا جائے گا۔ اور جو شخص نیکی کا قصد کرے گا اور اُسے بجا نہ لائے گا تو بھی ایک نیکی اُس کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جائے گی۔ اور اگر وہ نیکی کرے گا تو (کم از کم) دس نیکیاں درج کی جائیں گی۔ حضرت آدمؑ نے عرض کی الٰہی! کچھ اور بڑھا دے۔ ارشاد ہوا کہ میں نے اُن کے لئے توبہ بھی قرار دی۔ اور توبہ کو اتنی وسعت دی کہ اگر وہ لوگ اُس وقت تک بھی توبہ کرلیں کہ اُن کا دم اُن کے گلے میں آگیا ہو تو بھی میں قبول کروں گا۔ حضرت آدمؑ نے عرض کی خداوندا! بس کافی ہے۔

اسحاق بن عمار کہتے ہیں کہ میں جناب امام جعفرِ صادق علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرتؑ نے مجھے ترشروئی سے ملاحظہ فرمایا۔ میں نے عرض کی اے مولا! کیا سبب ہے کہ حضور مجھ سے (اتنی جلد) متغیّر ہو گئے۔ فرمایا وہی سبب ہوا جس نے تم کو برادرانِ ایمانی سے متغیّر کر دیا۔ اے اسحاق! میں نے سُنا ہے کہ تم نے اپنے دروازہ پر دربان بٹھا دیا ہے جو فقرائے مؤمنین کو تمہارے پاس جانے سے باز رکھتا ہے۔ میں نے عرض کی اے مولا! میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ مجھے شہرت کا خوف ہے (اس لئے میں نے یہ تدبیر کی ہے) حضرتؑ نے فرمایا۔ اے اسحاق! تم شہرت سے تو ڈر گئے لیکن تم کو بلاؤں سے خوف نہیں ہوتا یا تم کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ جب دو مومن آپس میں ملاقات کرتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو خداوندِ عالم اُن دونوں پر رحمت نازل فرماتا ہے اور جو شخص اُن دونوں میں سے اپنے دوست سے زیادہ

محبت کرتا ہے تو اُس سے رحمت خدا کے ننانوے حصے متعلق ہوتے ہیں اور جب یہ دونوں ایک جگہ اکٹھے ہوتے ہیں تو رحمت خدا میں شرابور ہو جاتے ہیں۔ اور جب وہ دونوں باتیں کرنے کے لئے بیٹھنے لگتے ہیں تو محافظ فرشتے آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ یہاں سے ہٹ جاؤ۔ شاید یہ دونوں کسی خفیہ معاملہ میں گفتگو کریں۔ بس اُن دونوں پر ایک پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ میں نے عرض کی خدا تو یہ فرماتا ہے مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (اور حضور نے یہ فرمایا کہ فرشتے وہاں سے ہٹ جاتے ہیں) حضرت نے جواب دیا کہ اے اسحاق! محافظ تو اُس وقت نہیں سُنتے لیکن پوشیدگیوں کا جاننے والا سُنتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے۔

سدیر صیرفی کہتے ہیں کہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن جناب کے پاس ابو بصیر اور میسرہ اور دیگر اصحاب بیٹھے ہوئے تھے۔ جب میں اپنی جگہ بیٹھ گیا تو حضرت نے میری جانب متوجہ ہو کے فرمایا اے سدیر آگاہ ہو جا ہمارا دوست اُٹھتے بیٹھتے۔ سوتے (جاگتے) جیتے مرتے خدا کی عبادت کیا کرتا ہے۔ میں نے عرض کی اے مولا! روحی لک الفدا! اُٹھتے بیٹھتے اور جیتے (جاگتے) عبادت کا کرنا تو ہماری سمجھ میں آتا ہے مگر سوتے اور مرتے وہ اللہ کی عبادت کیسے کرتا ہے؟ حضرت نے جواب دیا جب ہمارا دوست سو جاتا ہے۔ پس جب وقت نماز داخل ہوتا ہے تو وہ فرشتے جو اُس پر مقرر ہیں زمین پر وہ پیدا ہوئے ہیں کبھی وہ آسمان پر نہیں گئے نہ انہوں نے آسمانی فرشتوں کو دیکھا اُس کے قریب نماز پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جاتا ہے۔ اُن کی ایک نماز ثواب میں آدمیوں کی ایک ہزار نمازوں کی برابر ہوتی ہے۔ اس عبادت کا ثواب اُس مومن کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ اور جب ہمارا کوئی دوست مر جاتا ہے تو اُس کے دونوں محافظ فرشتے آسمان پر چلے جاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں خدایا تجھے خوب معلوم ہے کہ تیرا فلاں بندہ مر گیا۔ اب تو ہم کو اجازت دے کہ ہم آسمان پر یا اطراف زمین پر تیری عبادت بجا لائیں۔ ارشاد باری ہوتا ہے کہ آسمان پر اور زمین کے اطراف پر میری عبادت کرنے والے بہت ہیں۔ مجھے تمہاری عبادت کی ضرورت نہیں۔ وہ ہمارا بندہ محتاج ہے۔ ہمیں اُس کی محبت ہے۔ یہ دونوں فرشتے عرض کرتے ہیں کہ یا اللہ! تو کس لئے اُس کو دوست رکھتا ہے؟ ارشاد ہوتا ہے کہ یہ اُن لوگوں میں سے ہے جن سے ہمارے رسول محمدؐ نے اور اُن کے وصی نے اور اُن دونوں کی ذریت نے اپنی ولایت کا عہد و پیمان لیا تھا (اُس نے اُسے پورا کر دیا) سو اب تم دونوں زمین پر ہمارے دوست کی قبر پر جاؤ اور اُس کے لئے قیامت تک نمازیں پڑھتے رہو جب تک کہ میں اُسے اُٹھاؤں۔ پس وہ دونوں فرشتے اُتر آتے ہیں اور اُس کی قبر کے پاس اُس وقت تک نماز پڑھتے رہیں گے جب تک کہ خدائے تعالیٰ اُسے

پھر اٹھائے اور اُن دونوں کی نمازوں کا ثواب اُس بندۂ مومن کے نامۂ اعمال میں لکھا جایا کرے گا۔ حالانکہ اُن دونوں کی نماز کی ایک ایک رکعت ثواب میں آدمیوں کی ایک ایک ہزار نمازوں کی برابر ہے۔ سُدَیر کہتے ہیں یا ابن رسول اللہ! میں آپ پر فدا ہو جاؤں تو اس صورت میں تو آپ حضرات کا دوست نیند اور موت کی حالت میں بہ نسبت جیتے جاگتے ہونے کے زیادہ عبادت کرنے والا ہوا! یہ سُنکر حضرت نے فرمایا اے سُدَیر! ہاں! ایسا نہیں ہے اس لئے کہ ہمارا دوست چونکہ خدائے عزوجل پر ایمان رکھتا ہے اس لئے قیامت کے دن وہ خاص امانِ خدا میں ہوگا۔ (**قولِ مترجم**) مطلب اس کا یہ ہے ایمان کی منزلت جو جیتے جاگتے ہی میں حاصل ہو سکتی ہے۔ فرشتوں کی عبادت سے کہیں بڑھی ہوئی ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۷ متعلق صفحہ ۸۲۸

جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم لوگ خدا سے دعا مانگو تو وسیلہ کا واسطہ دے کر دعا کیا کرو۔ اصحاب نے عرض کی وسیلہ کیا چیز ہے؟ فرمایا وہ جنت میں میرا درجہ ہے جس کی ایک ہزار سیڑھیاں جواہر کی۔ ایک ہزار زبرجد کی۔ ایک ہزار سفید موتی کی۔ ایک ہزار سونے کی۔ ایک ہزار چاندی کی ہوں گی۔ روزِ قیامت انبیاء کے درجوں کے ساتھ نصب کیا جائے گا۔ انبیاء کے درجوں میں اُس کی وہ حالت ہوگی جو ستاروں میں چاند کی ہوتی ہے۔ اُس دن کوئی نبی۔ کوئی شہید اور کوئی صدیق ایسا نہ رہے گا جو یہ نہ کہے کہ خوشا نصیب اُس کا جسے یہ درجہ عنایت ہوگا۔ پس ایک مُنادی ندا کرے گا جس کی آواز تمام انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور مؤمنین سُن لینگے کہ یہ درجہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ آنحضرت فرماتے ہیں کہ پھر میں اُس مقام پر ایسے حال میں آؤں گا کہ لباسِ نورانی میرے بدن پر اور تاجِ شاہی میرے سر پر ہوگا جس پر یہ عبارت کندہ ہوگی "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ وَّلِیُّ اللّٰہِ۔ اَلْمُفْلِحُوْنَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ بِاللّٰہِ" جس وقت ہم دونوں انبیاء کی طرف سے گزریں گے تو وہ کہیں گے کہ یہ دونوں مقرب بارگاہِ احدی فرشتے ہیں۔ اور جب فرشتوں پر ہمارا گزر ہوگا تو وہ کہیں گے کہ یہ دونوں وہ فرشتے ہیں جنہیں ہم نے کبھی نہیں دیکھا اور نہ ہم اِن کو پہچانتے ہیں۔ اور کچھ فرشتے یہ کہینگے کہ یہ دونوں نبی مرسل ہیں۔ پس میں اُس درجہ پر چڑھ جاؤنگا اور علیؑ بن ابیطالب میرے پیچھے پیچھے ہوں گے۔ میں سب سے اوپر والے زینہ پر اور علیؑ بن ابی طالب ایک سیڑھی نیچے بیٹھیں گے۔ اُن کے ہاتھ میں میرا علَم ہوگا۔ اُس وقت تمام انبیاء اور مؤمنین اپنے اپنے سر اُٹھا اُٹھا کر ہماری طرف دیکھیں گے اور کہیں گے خوشا حال ان دونوں بندوں کا۔ یہ دونوں خدا کے نزدیک کیسے بزرگ مرتبہ ہیں۔

پس ایک مُنادی ندا کرے گا جس کی آواز سارے انبیاء اور تمام مخلوقِ خدا سُن لے گی کہ یہ میرا حبیب محمد (مصطفیٰ) ہے اور یہ میرا ولی علیؑ (مرتضیٰ) ابنِ ابی طالب ہے۔ خوشا حال اُس کا جو اسے دوست رکھے اور وائے ہے اُس پر جو اُس کا دشمن ہو اور جس نے اِس کو جھٹلایا ہو۔ پھر جناب رسولؐ خدا نے حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے علیؑ! اِس آواز کو سُنتے ہی جتنے تمہارے دوست میدانِ حشر میں ہوں گے وہ سب کے سب خوش ہو جائیں گے۔ چہرے اُن کے روشن۔ دِل اُن کے مسرور ہو جائیں گے۔ اور جتنے دشمن ہوں گے یا تم سے اُنھوں نے جنگ کی ہو گی یا تمہاری ولایت کا انکار کیا ہو گا اُن سب کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ قدم اُن کے لغزش کرنے لگیں گے۔ پس میرے پاس دو فرشتے ایک رضوان خازنِ جنت۔ دوسرا مالک خازنِ دوزخ آئیں گے۔ اوّل رضوان آگے بڑھیگا اور مجھ پر سلام کریگا اور کہیگا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ! میں اُس کو جواب سلام دیکے دریافت کرونگا اے خدا کے بزرگ۔ خوبرو۔ بوئے خوش والے فرشتے تو کون ہے؟ تیرا کیا نام ہے؟ وہ جواب دیگا میں رضوان خازنِ جنت ہوں۔ مجھے حکمِ پروردگارِ عالم پہنچا ہے کہ میں آپ کی خدمت میں بہشت کی کنجیاں حاضر کردوں۔ یارسول اللہ! لیجئے یہ کنجیاں حاضر ہیں۔ میں کہوں گا میں نے اپنے پروردگار کے عطیہ کو قبول کیا۔ میں اُس کی نعمت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آج کے دن اُس نے مجھے فضیلت دی۔ اے رضوان! تم یہ کنجیاں میرے بھائی علیؑ ابنِ ابیطالب کو دے دو۔ پس وہ علیؑ ابنِ ابیطالب کو کنجیاں دے کر چلا جائے گا۔ پھر مالکِ دوزخ آگے آئے گا اور وہ بھی مجھے سلام کرے گا۔ اور یوں کہے گا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ۔ میں جوابِ سلام دے کر دریافت کروں گا کہ تیری صورت کیسی ڈراونی ہے۔ تیرا چہرہ کس قدر خوفناک ہے۔ اے فرشتے! تو کون ہے؟ وہ جواب دے گا میں دوزخ کا خزانہ دار ہوں۔ مجھے حکمِ پروردگارِ عالم پہنچا ہے کہ میں دوزخ کی کنجیاں آپ کے حوالے کردوں۔ میں جواب دوں گا میں نے اپنے پروردگار کے ہدیہ کو قبول کیا۔ میں اُس کی حمد بجا لاتا ہوں کہ اُس نے مجھے یہ نعمت عطا فرمائی اور مجھے یہ فضیلت و بزرگی بخشی۔ اے مالک! تو یہ کنجیاں میرے بھائی علیؑ ابنِ ابی طالب کو دے دے۔ پس وہ فرشتہ ساری کنجیاں علیؑ ابنِ ابی طالب کو دے کر واپس چلا جائے گا۔ علیؑ ابن ابی طالب جنت وجہنم کی کنجیاں لئے ہوئے جہنم کے کنارے آئیں گے اور اُس کی باگ اپنے ہاتھ میں لینگے دوزخ میں جوش پیدا ہو گا اور شعلے بھڑکنے لگیں گے اور جہنم سے آواز آئے گی کہ اے علیؑ! یہاں سے ہٹ جائیے کہ آپ کے نور نے میرے شعلوں کو بجھا دیا۔ پس علیؑ ابنِ ابیطالب دوزخ کو حکم دیں گے کہ یہ میرا دوست ہے اِس کو چھوڑ دے اور یہ میرا دشمن ہے اِس کو کھینچ

لے جہنم اُس دن علیؑ ابنِ ابی طالب کا اس درجہ فرمانبردار ہوگا کہ تم میں سے کسی کا غلام بھی اُس کی اتنی اطاعت نہیں کرتا۔ اور اگر کسی کو حکم دیں گے کہ اسے داہنی طرف لے جا تو اُسے داہنی طرف لے جائے گا اور اگر کسی کی نسبت یہ چاہیں گے کہ بائیں طرف لے جائے تو اُسے بائیں طرف لے جائے گا۔ اور جہنم علیؑ ابنِ ابیطالب کا اُس دن اتنا مطیع ہوگا کہ تمام مخلوق کے بارے میں جو حکم دیں گے اُسی کی اطاعت کرے گا۔ سبب یہ کہ علیؑ ابنِ ابیطالب ہی جنّت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہیں۔

امالی میں ہے کہ جنابِ رسولِ خدا نے آیۂ اَلْقِیَا فِیْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ آیت میری شان میں اور علیؑ ابنِ ابیطالب کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جب قیامت آئے گی تو اُس دن خداوندِعالم مجھے اور اے علیؑ! تم کو لباسِ شفاعت سے آراستہ کر کے فرمائے گا تم دونوں ہر اُس شخص کو جس نے تم سے بُغض رکھا جہنم میں پہنچا دو اور ہر اُس شخص کو جس نے تم سے محبّت رکھی جنّت میں پہنچا دو۔ کیونکہ اصلی مؤمن وہی ہے (جو تم دونوں سے محبّت رکھے)

مُفضّل بن عمرو نے جنابِ امام جعفرِ صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ جناب امیرالمؤمنین علیہ السّلام اکثر فرمایا کرتے تھے میں قسیمِ جنّت و نار ہوں۔ میں فاروقِ اکبر ہوں۔ اور میں صاحبِ عصا و میسم ہوں۔

مفضّل بن عمرو نے جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا کہ اے مولا! جنابِ امیرالمؤمنین قسیمِ جنّت و نار کیوں ہیں؟ فرمایا اس لئے کہ اُن سے محبّت کرنا ایمان ہے اور اُن سے بُغض رکھنا کفر ہے اور جنّت تو مومنوں کے لئے اور دوزخ کافروں کے واسطے پیدا ہوا ہے۔ پس وہ جنابؑ اس وجہ سے بھی قسیمِ جنّت و نار ہیں کہ جنّت میں وہی داخل ہوگا جو اُن سے محبّت رکھتا ہوگا اور دوزخ میں وہی جائے گا جو اُن حضرتؑ سے دشمنی رکھتا ہوگا۔ مفضّل کہتے ہیں میں نے عرض کی یا بن رسول اللہ! کیا انبیاء اور اوصیاء علیہم السّلام سب اُن جنابؑ کو دوست رکھتے ہیں۔ اور اُن کے دشمن سب اُن جنابؑ سے دشمنی کرتے ہیں؟ فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کی کیونکر؟ فرمایا۔ کیا تم کو معلوم نہیں ہے۔ کہ جنابِ رسولِ خدا نے جنگِ خیبر میں فرمایا تھا کہ میں کل کے دن عَلَم ایسے شخص کو دوں گا جو خدا و رسولؐ کو دوست رکھتا ہے۔ اور خدا و رسولؐ اُس کو دوست رکھتے ہیں (وہ کرّار غیر فرّار ہے) وہ اِدھر رُخ نہ کرے گا جب تک کہ خدائے تعالےٰ اُس کے دونوں ہاتھوں پر فتح نہ کردے۔ پس (دوسرے دن) جنابِ رسولِ خدا نے عَلَمِ لشکر جنابِ امیرالمؤمنین کو عطا فرمایا۔ اور خداوندِعالم نے اُن جنابؑ کے دونوں ہاتھوں پر قلعۂ خیبر کو فتح کر دیا؟ میں نے عرض کی اے مولا! یہ تو مجھے خبر ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا اے مفضّل! کیا تم کو

یہ معلوم نہیں ہے کہ جب جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں کوئی شخص پرندہ کا بُھنا ہوُا گوشت لایا تو آنحضرت نے درگاہِ خدا میں عرض کی الہٰی تو میرے ہمراہ کھانے کے لئے اُس شخص کو بھیج جو تیرے اور میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہو۔ اور اس سے مراد جنابِ علی علیہ السّلام تھے ؟ میں نے عرض کی بیشک ایسا ہی ہوُا۔ حضرت نے فرمایا پس تم سمجھ لو کہ جس شخص کو خدا و رسول دوست رکھتے ہوں اور وہ خدا و رسولؐ کو دوست رکھتا ہو تو آیا یہ ممکن اور جائز ہے کہ خدا کے انبیاء اور مرسلین اور اُن کے اوصیاء اُس شخص کو دوست نہ رکھیں گے ؟ میں نے عرض کی ایسا نہیں ہوسکتا۔ (بیشک ضرور دوست رکھیں گے) فرمایا آیا یہ ہوسکتا ہے کہ خدا و رسولؐ اور انبیاء کے دوست کو انبیاء کی امت کے مؤمنین دوست نہ رکھیں! میں نے عرض کی یہ تو نہیں ہوسکتا۔ بلکہ وہ بھی دوست رکھیں گے۔ فرمایا جبکہ یہ ثابت ہوگیا کہ تمام انبیاؑ و مرسلین اور ہر ہر نبی کی امت کے مؤمنین جناب امیر المؤمنین علیہ السّلام سے محبت رکھتے ہیں تو اسی سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ انبیاء کے مخالفین اور دشمن اُن لوگوں سے بھی عداوت رکھیں گے جو انبیاء کے دوست ہیں ؟ میں نے عرض کی ضرور۔ فرمایا پس جنت میں وہی جائے گا جو اولین و آخرین میں سے جنابِ علیؑ بن ابی طالب کے ساتھ محبت رکھتا ہوگا۔ اور دوزخ میں وہی ڈالا جائے گا جو اولین و آخرین میں سے اُن جنابؑ کے ساتھ عداوت رکھتا ہوگا۔ اس سے ثابت ہوُا کہ جنابِ علی بن ابی طالب علیہ السّلام قسیم جنت و نار ہیں۔ مفضل ابنِ عمرو کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یابن رسول اللہ! آپ نے تو میرے بہت سے شکوک صاف کر دئے۔ اللہ آپ کو خوش رکھے۔ اب حضور کو خدائے تعالے نے جو علم عطا فرمایا ہے اُس میں سے کچھ اور بھی ارشاد فرمائیے۔ فرمایا اے مفضل! جو پوچھنا ہو پوچھ لے۔ میں نے عرض کی یابن رسولؐ اللہ! آیا حضرت امیر المؤمنین علیہ السّلام اپنے محبّوں کو جنّت میں اور دشمنوں کو دوزخ میں داخل کرینگے یا رضوان اور مالک ؟ فرمایا اے مفضل! کیا تم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ خداوندِ عالم نے عالم ارواح میں جناب محمدؐ مصطفےٰ کو دنیا کے پیدا ہونے سے دو ہزار برس پہلے تمام انبیاء اور رسولوں پر مبعوث کیا۔ میں نے عرض کی جی ہاں۔ فرمایا تو کیا جنابِ رسولِ خدا نے اُن سب کو توحید خدا اور اُس کی اطاعت و فرمانبرداری کی دعوت دے کر مطیعون سے جنّت کا وعدہ نہیں کیا اور مخالفوں کو دوزخ سے نہیں ڈرایا ؟ میں نے عرض کی بیشک کیا بھی اور ڈرایا بھی! فرمایا اب بتاؤ کہ جنابِ رسولِ خدا نے اپنے پروردگار کی طرف سے جس چیز کا وعدہ فرمایا اور جس چیز سے ڈرایا اُس کے ضامن ہوئے یا نہیں ؟ میں نے عرض کی ضرور ہوئے۔ فرمایا آیا جنابِ علیؑ ابنِ ابی طالب جنابِ رسولؐ خدا کے خلیفہ اور اُن کی امت کے امام ہیں یا نہیں ؟ میں نے عرض کی بیشک ہیں۔ فرمایا آیا رضوان اور

مالک یہ دونوں زمرۂ ملائکہ میں اور شیعیان جنابِ علی ابن ابیطالب کے لئے استغفار کرنے والوں اور اُن جنابؑ کی محبت سے نجات پانے والوں میں داخل ہیں یا نہیں ؟ میں نے عرض کی ضرور ہیں فرمایا چونکہ جناب علیؑ ابن ابیطالب جنابِ رسولِ خدا کی جانب سے قسیم جنت و نار ہیں تو رضوان و مالک خدا کے حکم سے اُن جنابؑ کا فرمان بجا لانے والے ہوتے ہیں ۔ مفضل! اس حدیث کو تم خوب یاد رکھو۔ کہ یہ علم کے اسرار اور خزائن سے ہے اور اسے کسی نا اہل سے بیان نہ کرنا۔

امالی میں ہے کہ جنابِ امیرالمؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک دن میں جنابِ رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرتؐ کے پاس ابوبکر و عمر بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں جنابِ رسولِ خدا اور عائشہ کے مابین بیٹھ گیا۔ عائشہ نے مجھ سے کہا۔ اے علیؑ! تم کو سوائے اس مقام کے کوئی اور جگہ نہ تھی کہ میری اور جنابِ رسولِ خدا کی رانوں کے درمیان بیٹھ گئے۔ یہ سُنکر جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا اے عائشہ! چُپ رہ۔ علیؑ کے بارے میں مجھے ایذا نہ دے کہ وہ دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے اور امیر المؤمنین۔ اور روزِ قیامت خداوندِ عالم اس کو پُل صراط پر مقرر فرمائے گا۔ پس یہ اپنے دوستوں کو جنت میں داخل کرے گا اور اپنے دشمنوں کو جہنم میں۔

شریک ابنِ عبداللہ قاضی کہتے ہیں کہ میں اعمش کی عیادت کو گیا جبکہ وہ مرض الموت میں مبتلا تھے۔ میں اُن کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ابنِ شبرمہ اور ابنِ ابو لیلےٰ اور ابو حنیفہ مزاج پرسی کے لئے آئے۔ ان سب نے حال دریافت کیا۔ اعمش نے جواب دیا ضعف بہت ہے اور مجھے اپنی خطاؤں سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ یہ کہکر بلند آواز سے رونے لگے۔ ابو حنیفہ اُن کی طرف رُخ کرکے کہنے لگا کہ اے ابو محمد! خدا سے ڈرو اور اپنی حالت پر نظر ڈالو کہ یہ دن زندگانی دنیا کا آخری اور آخرت کا پہلا دن ہے۔ تم جو حدیثیں جناب علیؑ ابنِ ابی طالب کی شان میں بیان کیا کرتے تھے اُن سے توبہ کرلو تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا!! اعمش نے کہا۔ اے نعمان! وہ کونسی حدیثیں ہیں؟ کوئی مثال تو دے۔ ابو حنیفہ بولا جیسے عبایہ کی روایت ہے۔ اَنَا قَسِیْمُ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ۔ اعمش نے کہا۔ اے یہودی! تو مجھ جیسے شخص سے ایسی باتیں بناتا ہے۔ (حاضرین سے کہا) تم لوگ ذرا مجھے بٹھا تو دو اور میرے گرد تکئے تو لگا دو (جب درست ہوکر بیٹھے تو کہا) اُسی کی قسم جس کی حضوری میں مجھے حاضر ہونا ہے۔ میں نے یہ حدیث موسےٰ ابن طریف سے سُنی ہے۔ اور بنی اسد میں سے اُن سے بہتر میں نے کسی کو نہیں پایا۔ وہ یہ کہتے تھے کہ میں نے عبایہ بن ربعی امام قبیلہ کو یہ کہتے سُنا کہ میں نے خود جنابِ امیر المؤمنین علیہ السلام کو یہ فرماتے سُنا کہ اَنَا قَسِیْمُ النَّارِ (میں دوزخ کا تقسیم کرنیوالا ہوں) میں روزِ قیامت دوزخ کو حکم دوں گا کہ یہ میرا محب ہے اس کو چھوڑ دے اور یہ میرا

دشمن ہے اس کو گرفتار کرے اور یہ حدیث مجھ سے ابو المتوکل نامی نے جو حجاج بن یوسف کا وزیر تھا بیان کی ہے۔ یہ حجاج وہ ہے جو جنابِ علی مرتضےٰ کی شان میں نہایت سخت کلامی کیا کرتا تھا۔ خدا اُس خبیث پر لعنت کرے۔ ابو المتوکل نے بروایت ابوسعید خدری بیان کیا کہ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا کہ روز قیامت خدا کے حکم سے ہم اور علیؑ ابن ابیطالب صراط پر بیٹھیں گے اور ارشادِ الٰہی ہوگا کہ تم دونوں اُس شخص کو جنت میں داخل کرو جو مجھ پر ایمان لایا ہے اور تم دونوں کا دوست ہے۔ اور دوزخ میں اُس کو ڈالو جو کافر رہا اور تم دونوں کا دشمن ہے۔ ابوسعید کہتے ہیں کہ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا جو شخص ولایت کا عقیدہ نہیں رکھتا وہ مجھ پر ایمان بھی نہیں رکھتا۔ اور وہ خدا پر بھی ایمان نہیں رکھتا۔ یا یہ فرمایا کہ جو علیؑ ابن ابیطالب سے محبت نہیں رکھتا (وہ مجھ پر بھی ایمان نہیں لایا) پھر آیت اَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ۝ تلاوت فرمائی۔ یہ سنکر ابوحنیفہ نے اپنی لنگی اپنے سر پر ڈال لی اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا یہاں سے چل دو۔ ابو محمد بڑے سخت ہیں ہماری بات نہ مانیں گے اس سے زیادہ اور کیا کہیں گے۔ شریک ابنِ عبداللہ نے مجھے خبر دی کہ اُسی روز شام نہ ہونے پائی تھی کہ اعمش کا انتقال ہوگیا۔

فضل کہتے ہیں کہ میں نے جنابِ امام حسین علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اے مولا! کفار سے کون مراد ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا کفار وہ ہے جو میرے نانا جنابِ محمدؐ مصطفےٰ کی نبوت کا عقیدہ نہ رکھتے۔ اور عنید کون ہے؟ فرمایا جنابِ علیؑ ابن ابی طالب کے حق کا منکر۔

عبداللہ ابن مسعود کے باپ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک دن جنابِ رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! حق مجھے دکھلایئے کہ میں اُس کی متابعت کروں۔ حضرتؐ نے فرمایا اے مسعود! حجرہ میں جا۔ جب میں اُس میں داخل ہوا دیکھا میں نے کہ علیؑ ابنِ ابی طالب نماز میں مشغول ہیں اور ہر نماز کے بعد درگاہِ خدا میں یہ دعا کرتے ہیں خدایا بحقِ محمدؐ مصطفےٰ جو تیرے خاص بندے اور رسول ہیں تو میرے شیعہ گنہگاروں کو بخشدے۔ پس میں حجرہ سے نکلا تا کہ جنابِ رسولِ خدا کو اس واقعہ کی خبر دوں۔ جب میں آنحضرتؐ کے قریب آیا۔ اُن جناب کو بھی رکوع و سجود میں مصروف پایا۔ اور وہ یہ فرماتے تھے۔ خدایا تو اپنے خانہ زاد علیؑ ابنِ ابیطالب کے صدقہ میں میری اُمت کے گنہگاروں کو بخشدے۔ مسعود کہتے ہیں کہ میرے اوپر سخت گریہ طاری ہوا۔ اور اتنی جزع و فزع کی کہ مجھے غش آگیا۔ پس آنحضرتؐ نے سر مبارک بلند کر کے فرمایا اے مسعود! تجھے کیا ہوگیا ہے؟ کیا تو ایمان لانے کے بعد پھر کافر ہوگیا؟ میں نے عرض کی معاذ اللہ! لیکن میں نے تو یہ دیکھا کہ علیؑ ابنِ ابیطالب تو آپ کا واسطہ دیکر خدا سے

دعا کرتے ہیں اور آپ اُن کا واسطہ دے کر خدا سے دعا کر رہے ہیں۔ (یہ بات میری سمجھ میں نہ آئی) آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے مسعود! خداوندِ عالم نے مجھ کو اور علیؑ کو اور حسنؑ و حسینؑ کو تمام مخلوقات سے دو ہزار برس پہلے ایسے وقت میں اپنے نورِ عظمت سے پیدا کیا ہے کہ نہ کوئی خدا کی تسبیح کرنیوالا تھا اور نہ تقدیس کرنے والا۔ پھر میرے نور سے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور میں ان سب سے افضل ہوں۔ اور علیؑ کے نور سے عرش و کرسی بنائے اور علیؑ ابن ابی طالب اُن دونوں سے گرامی تر ہیں۔ حسنؑ کے نور سے لوح و قلم خلق فرمائے۔ وہ ان دونوں سے بزرگ تر ہیں حسینؑ کے نور سے جنّت اور حوریں پیدا کیں حسینؑ اُن دونوں سے افضل ہے پس تمام مشارق و مغارب میں اندھیری چھائی ہوئی تھی۔ خدا کی درگاہ میں ملائکہ نے ظلمات کی شکایت کی اور یوں دعا مانگی۔ خدایا! تجھے ان صورتوں کا واسطہ جو تو نے پیدا کی ہیں۔ اس تاریکی کو دور کر دے۔ خداوندِ عالم نے ایک رُوح خلق فرمائی اور دوسری رُوح کو اُس کے قریب رکھا۔ اُس سے ایک نور پیدا کیا۔ پھر نور کو رُوح کی طرف بڑھایا اُس سے فاطمہؑ زہرا کو پیدا کیا۔ فاطمہؑ کے نور سے سارے مشرق و مغرب روشن ہو گئے۔ اسی لئے (میری دخترِ نورِ نظر) فاطمہؑ کا لقب زہرا ہوا۔ اے مسعود! جب قیامت آئے گی تو خداوندِ عالم مجھے اور علیؑ کو حکم دے گا کہ تم دونوں جس کو چاہو جہنّم میں ڈال دو۔ قولِ باری تعالےٰ اَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ میں کفّار تو وہ ہے جو میری نبوّت کا انکار کرے۔ اور عنید وہ ہے جو علیؑ بن ابیطالب اور اُن

کے اہلبیتؑ اور شیعوں سے عناد

اور بغض رکھے

تمام شد